دل کی بات

افغانستان میں اسیر پاکستانیوں کی رہائی ایک اہم مسئلہ

پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے اپنے حالیہ دورۂ افغانستان سے واپسی پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

''افغانستان میں قید ۶۴۳ پاکستانیوں کی رہائی کے لیے امریکہ سے اجازت طلب کر لی گئی ہے۔ ہم نے یہ مسئلہ افغان وزیر خارجہ عبداللہ عبداللہ اور افغانستان کے لیے صدر بش کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد کے سامنے بھی اٹھایا۔ انہوں نے جلد ہی ان کی رہائی کے لیے امریکی انتظامیہ سے منظوری لینے کا وعدہ کیا۔ نیز پاک افغان سرحد پر دو پاکستانی فوجیوں کے اغوا کا مسئلہ بھی زیر غور آیا۔ ہم اُن کی بازیابی کے لیے قبائلی روایت کے مطابق مروجہ طریق کار اختیار کریں گے۔''

(''جنگ''۔ ۲۵ر اگست ۲۰۰۳ء)

پاکستان کے ہمسایہ ممالک میں افغانستان کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان کی معیشت و تجارت اور دفاع کے حوالے سے افغانستان نہایت حساس ملک ہے۔ بیس برس قبل روس نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے افغانستان میں فوجی مداخلت کر کے اقتدار پر قبضہ کیا تو پوری افغان قوم اس کے خلاف سینہ سپر ہوگئی۔ علماء نے قیادت سنبھالی اور سوویت روس کے غاصبانہ قبضہ سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے جہاد کا آغاز کیا۔ تب مسلمان ملکوں کے علاوہ امریکہ و یورپ بھی افغان جہاد کے زبردست حامی تھے۔ پاکستان نے روس کے خلاف افغان جہاد میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان سے ہزاروں نوجوان افغان مسلمانوں کی مدد کے لیے وہاں پہنچے اور جہاد میں شریک ہوئے۔ لاکھوں افغان اور سینکڑوں پاکستانی مجاہد شہید ہوئے۔ بالآخر روس افغانستان سے ذلت و ہزیمت کے زخم چاٹتا ہوا واپس لوٹا۔ افغانستان کے جہادی رہنما حصولِ اقتدار کی جنگ میں مصروف ہوگئے اور ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا۔ جہادی مقاصد کو برباد ہونے سے بچانے کے لیے طالبان اُبھرے اور انہوں نے آناً فاناً افغانستان کے اکثر حصہ پر قبضہ کر کے اقتدار سنبھال لیا۔ جس طرح جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں افغانستان کی جہادی قیادت کے ساتھ حکومتِ پاکستان نے تعاون کیا، بالکل اُسی طرح طالبان کو اقتدار میں لانے اور انہیں مستحکم کرنے کے لیے پاکستان کی سول اور فوجی حکومتیں بھرپور تعاون کرتی رہیں۔ طالبان حکومت کو تسلیم کرنے والے ملکوں میں پاکستان اور سعودی عرب پیش پیش تھے۔ طالبان کی حمایت اور مدد کے لیے پاکستان سے ہزاروں نوجوان سابقہ پالیسی کے مطابق افغانستان گئے۔ اس میں پاکستانی حکومتوں کا ایماء اور رضامندی دونوں شامل تھے۔ اسی لیے انہوں

نے کسی کو نہیں روکا۔اور جہادی تنظیموں کی مکمل سرپرستی کی۔ پاکستانی حکومتوں کے پیشِ نظر وسطی ایشیاء میں تجارت کے فروغ کے لیے افغانستان ہی واحد راستہ تھا اور پھر ہماری مغربی سرحد کا تحفظ بھی افغانستان کے تحفظ، استحکام اور بقا سے وابستہ تھا۔ اسی لیے ہماری سول اور فوجی حکومتیں افغانستان میں اپنے ہمدردوں کی حکومت کے قیام کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ ۱۱ ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد عالمی حالات نے ایسا پلٹا کھایا اور امریکہ نے الٹی زقند لگا کر دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر کے اس کا سارا ملبہ مسلمان ملکوں پر ڈال دیا۔ طالبان، امریکہ کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکنے لگے اور اُسامہ بن لادن کو عالمی دہشت گرد قرار دے دیا۔ طالبان کا قصور صرف اور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اسلامی نظامِ حکومت نافذ کر کے افغانستان کو مثالی امن کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ یہود و نصاریٰ نے مل کر ایک پر امن اور مستحکم نمائندہ حکومت کو دہشت گردی اور تشدد کے ذریعے ختم کر دیا۔ پاکستان کے فوجی حکمرانوں نے ایک ٹیلی فون کال پر امریکی صدر بش کی ہاں میں ہاں ملا کر امریکی قیادت کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ اتنی جلدی ایسا اقدام اُن کی توقعات کے خلاف تھا۔ معلوم نہیں کہ مستقبل کا مؤرخ ہمیں کس نام سے یاد کرتا ہے اور افغان بھائیوں کے قتل میں یہود و نصاریٰ سے ہمارے تعاون کو کیا نام دیتا ہے مگر آج کے حالات میں ہمیں اچھے نام سے یاد نہیں کیا جا رہا اور ہمارے کردار پر نفرین ہی بھیجی جا رہی ہے۔

افغان جہاد کے دورِ اوّل اور دورِ ثانی میں ہزاروں پاکستانی اسلام اور وطن کی محبت سے سرشار ہو کر وہاں گئے تھے۔ ان میں سے اکثر طالبان مخالف، شمالی اتحاد کے کمانڈروں اور قبائلی سرداروں کے قائم کردہ نجی عقوبت خانوں میں مقیّد ہیں۔ قبائلی سرداروں نے بعض قیدیوں کو پیسے لے کر رہا کیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ موجودہ افغان حکومت نے ۳۰ سے زیادہ قیدیوں کو روس کے راستے بھارت منتقل کیا۔ کچھ کیوبا کے جزیرے گوانتانا موبے میں قید ہیں اور بعض کو اسرائیل میں بھی قید رکھا گیا۔

وزیر خارجہ مسٹر خورشید محمود قصوری تو اسیر پاکستانیوں کی وہ تعداد بتلا رہے ہیں جو انہیں مہیا کی گئی ہے۔ جبکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قبائلی سرداروں اور شمالی اتحاد کے کمانڈروں کے نجی عقوبت خانوں کی نشاندہی کی جائے اور وہاں پر قید پاکستانیوں کی اصل تعداد معلوم کر کے انہیں رہا کرایا جائے۔ اپنے شہریوں کے انسانی حقوق کا تحفظ کرنا اور انہیں قید سے آزاد کرانا حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے۔ ہماری حکومت کی بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ ان قیدیوں کی رہائی کے لیے امریکہ سے اجازت طلب کی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف دونوں ملکوں سے تعلقات میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ افغانستان میں بھارتی اثر و رسوخ بڑھ گیا ہے۔ امریکی فوجیوں کی فائرنگ سے سرحد پر پاکستانی فوجی شہید ہوئے۔ دو پاکستانی فوجیوں کو افغان قبائلیوں نے اغوا کر لیا، جن کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا۔ بعینہٖ پاکستانی اسیروں کا معاملہ ہے جنہیں قبائلی سرداروں نے ذاتی جیلوں میں قید کر رکھا ہے۔ حکومتِ پاکستان اس حساس معاملے پر فوری توجہ کرے اور پاکستانی اسیروں کی رہائی کو بہر قیمت ممکن بنائے۔